سُوۡرَةُ الاٴنعَام کی تفسیر

Lesson 5: Al-An'aam (Ayaat 74 - 92): Day 16

تفسیر دیکھتے ہیں؛

وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰهِيۡمُ لِاَبِيۡهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصۡنَامًا اٰلِهَةً ‌ۚ اِنِّىۡۤ اَرٰٮكَ وَقَوۡمَكَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ﴿۷۴﴾

اور (وہ وقت بھی یاد کرنے کے لائق ہے) جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا کہ تم بتوں کو کیا معبود بناتے ہو۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم اور تمہاری قوم صریح گمراہی میں ہو ﴿۷۴﴾

یہاں سے سبق کا آغاز ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کا تذکرہ ہم پہلے بھی پڑھ چکے ہیں۔

اُس دَور میں بھی حضرت ابراہیمؑ ایک بین الاقوامی ہیرو تھے۔ مشرکین مکّہ بھی اُن سے اپنا تعلق جوڑتے تھے۔ یہود و نصاریٰ اُن کو اپنا نبیؑ مانتے تھے۔ یہاں یہ پیغام دیا جارہا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ سے اپنا تعلق جوڑنے سے بات نہیں بنے گی، کام بھی اُن جیسے کرنے پڑیں گے۔ وہ بُتوں سے بیزار تھے۔ حضرت ابراہیمؑ نے ساری زندگی شرک سے بیزاری کا اظہار کیا۔ تو جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو حضرت ابراہیمؑ کے دین پر کہے وہ کام بھی اُن جیسے کرے۔

حضرت ابراہیمؑ کا ذِکر قرآن پاک میں 69 بار آیا ہے۔ یہ عراق کے شہر اُر کے مقام پر 2100 ق م میں پیدا ہوئے۔

یعنی حضرت عیسیٰؑ سے 2100 سال پہلے حضرت ابراہیمؑ کا دَور تھا۔ اُس زمانے میں اُر ایک اہم تجارتی شہر تھا۔ ترقی یافتہ مقام تھا۔ اُس زمانے کی سُپر پاور تھا۔ Hub of civilisation تھا۔ اللہ نے اُن کو دولت سے نوازا تھا، اُن کے اندر سود عام تھا۔ طبقاتی فرقے تین تھے؛

1. عمیلو، طاقتور اور امراء کا طبقہ تھا۔ اِن میں حکومتی طبقہ تھا۔ اِن کو مراعات حاصل تھیں۔ اِن کے لئے سہولیات اور قوانین الگ تھے۔
2. مشکینو۔ یہ تاجر، صنعت کار لوگ تھے۔
3. آردو۔ یہ مزدور طبقہ تھا۔ سب سے نچلا طبقہ

اُر شہر عراق کے مغرب اور مشرق کے وسط میں تھا۔ عراق میں پانچ ہزار خدا تھے۔ ہر شہر کا الگ خدا تھا۔ ہر شہر کا رَبّ البلد الگ تھا۔ اُر شہر کا رَبّ البلد ننار تھا۔ اس کا ترجمہ ہے چاند کے پُجاری۔ یہ Moon کی پوجا کرتے تھے جس کو .Moon day آج کل Monday کہتے ہیں۔

جتنے بھی انگریزی دِن ہیں یہ خداؤں کے نام پر دنوں کے نام پر تھے۔ .Sunday etc

ساتھ والا شہر لراسہ کا رَبّ البلد الگ، اُس کا نام شماص تھا یعنی سورج کی پوجا کرنے والے تھے۔۔ کچھ بڑے خدا تھے اور کچھ چھوٹے خدا تھے۔ کچھ لوگوں ستاروں کی بھی پوجا کرتے تھے۔ کچھ لوگ اپنے بزرگوں کے بت بنا کر اُن کی پوجا کرتے تھے۔ کچھ سورج اور چاند کے مجسمے بنا کر اُن کو پوجتے تھے۔ دیوتاؤں کی پوجا کی جاتی۔

دیوتا کے نام پر لڑکیاں وقف ہوتیں، اور یہ دیوداسیاں ہوتی تھیں۔ خُدا کے نام پر اپنی عزّت دے دیتی۔

اُرنمو نامی شخص نے یہ مذہب۔2300 ق م میں شروع کیا۔ جو پھر آہستہ آہستہ عربی میں جا کر نمرود ہو گیا۔

ابراہیمؑ اپنے دَور کے امیر شخص اور شاہی خاندان سے تھے۔ اللہ کی راہ میں ہجرت کرتے کرتے کہاں پہنچ گئے۔ کہتے ہیں کہ یہ لوگ پڑھے لکھے تھے۔ سب سے پہلے اس دَور کے لوگوں نے لکھنا پڑھنا شروع کیا۔ 60 منٹ کا گھنٹہ بھی انہوں نے شروع کیا تھا۔ اور 360 کا جو زاویہ بنتا ہے اُس کا تصور بھی اس دَور کے لوگوں نے دیا۔ بہت امیر قوم تھی۔ کھنڈرات میں ان کی قبروں سے سونا اور مال نکلتا تھا۔

ابراہیمؑ کا طریقۂ تبلیغ بہت خوبصورت نظر آتا ہے۔ یہاں سے خاص طور پر یہ بات سمجھ لیں کہ نبیؑ کبھی اندھیرے میں نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نبیوںؑ کی رہنمائی کرتے ہیں۔ اس کی مثال یہ بھی ہے کہ نبوت سے پہلے بھی اللہ کے نبیؐ نے کبھی حرام نہیں کھایا، کبھی بتوں کو سجدہ نہیں کیا۔ کبھی ناچ گانا نہیں دیکھا سُنا۔ نبیؑ فطرتِ سلیمہ پر ہوتے ہیں۔ ابراہیمؑ کے قصّے سے لوگ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ شائد وہ شرک پر تھے حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ دوسرا کچھ لوگ یہ کہنے کی کوشش کرتے ہیں کہ آزر اُن کا باپ نہیں چچا تھا۔ آزر باپ ہی تھا۔

کچھ لوگ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ نبیؑ کا باپ مشرک نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ابو طالب مشرک نہیں تھے اور نبیؐ کے دادا ابو مطلب اور والد عبد اللہ مشرک نہیں

تھے۔ ہم نے اس طرح کی بحث نہیں کرنی۔ اگر کسی نبیؑ کے باپ یا بیٹا اگر مشرک ہو بھی جاتے ہیں تو نبیؑ کی نبوت پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔

ابراہیمؑ کی تبلیغ کے اندر ہمیں یہ رنگ نظر آتا ہے کہ وہ دلیل کے ساتھ بات کرتے ہیں۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَٰهِيمُ لِأَبِيهِ ءَازَرَ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا ءَالِهَةً ۖ إِنِّىٓ أَرَىٰكَ وَقَوْمَكَ فِى ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ﴿٧٤﴾

اور (وہ وقت بھی یاد کرنے کے لائق ہے) جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا کہ تم بتوں کو کیا معبود بناتے ہو۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم اور تمہاری قوم صریح گمراہی میں ہو ﴿٧٤﴾

آپ یہ دیکھیں کہ انہوں نے باپ دادا کے دین پر تنقید کی تو کتنی مشکلات کا سامنا کیا ہوا ہو گا؟ ہمارے لئے سبق ہے کہ ہم میں سے اگر کوئی غلط راستے سے صحیح راستے کی طرف آتا ہے تو ہم صرف باتوں سے ڈر کر پیچھے نہ ہوں۔

سورۃ الشعراء میں بھی اللہ کے نبیؐ سے فرمایا گیا کہ اپنے خاندان والوں کو بھی توحید کا پیغام دیں۔

سورۃ ممتحنہ میں؛ سب کو دعوت دی گئی کہ ابراہیمؑ کے طریقے سے تبلیغ کرو۔

دو قومی نظریہ یہی ہے کہ دو الگ قومیں ہیں۔ دین مذہب اور رہنے سہنے کا انداز الگ ہیں۔ رسوم و رواج فرق ہیں۔ اسی طرح ہم اسلام کی دعوت دے سکتے ہیں۔ آج قرآن پڑھنے سے ہم وہ باتیں سیکھتے ہیں کہ پہلے اگر ہم کچھ غلط کر رہے تھے تو اب صحیح کرنے لگیں۔ اور باقی گھر والوں کو بھی بہترین انداز سے تبلیغ کریں۔ خیال رکھیں تنقید سے لڑائی نہ ہو بلکہ اصلاح کا پہلو مقصد ہو۔

ابراہیمؑ اُس وقت نوجوان لڑکے تھے۔ کیسے اللہ کا پیغام سب تک پہنچایا۔ جب اُر سے نکالے گئے تو تُرکی کے ایک شہر حران آگئے، پھر کنعان، یروشلم آگئے۔ پھر مصر کے شہر میں آگئے۔ پھر سعودی عرب آ گئے۔ آخر میں ہیبرون آگئے اور وہیں اِن کا انتقال ہو گیا۔ یہ ایسے ہی ہے کہ کوئی امریکہ چھوڑ کر پاکستان کے کسی گاؤں میں رہنے لگے۔ اللہ کی خاطر ہجرتیں کیں۔ گھر والوں کو چھوڑ دیا۔

اِن کو کوئی اچھا ساتھی نہ ملا۔ محسوس کریں۔ کہ اپنے شہر میں تبلیغ کے بعد صرف اپنی بیوی اور بھتیجے کے ساتھ شہر چھوڑ دیا۔ آپ یہ دیکھیں کہ وہ وہیں بیٹھے انتظار نہیں کرتے رہے۔ بلکہ ٹیم نہ ہونے کے باوجود وہ شہر چھوڑ دیا۔ اِن کے ساتھ کوئی بھی نہیں تھا لیکن وہ رُکے نہیں بلکہ اپنا کام کرتے رہے۔

وہ کیا کہتے ہیں کہ اکیلا ہی چلا تھا جانبِ منزل، لوگ ملتے گئے قافلہ بنتا گیا۔

ابراہیمؑ کے بارے میں فرمایا گیا کہ وہ اپنی ذات میں ایک اُمّت تھے۔ جو کام پوری اُمّت نے کرنا تھا وہ انہوں نے اکیلے کیا۔ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے بُت توڑے۔

اللہ سے دُعا ہے کہ ہم بھی اپنی خواہشات اور نفس کے بُت توڑ دیں۔ ہم بھی پُرانے یا جہالت کے راستوں پر چلنے کی بجائے اللہ کے احکام پر چلنے والے بن جائیں۔ آمین

اَب یہاں سے ہم حضرت ابراہیمؑ کے طریقۂ تبلیغ پر بات کرینگے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ

﴿۷۴﴾ اور (وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے) جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ آزر سے فرمایا کہ کیا تو

بتوں کو معبود قرار دیتا ہے؟ بے شک میں تجھ کو اور تیری ساری قوم کو صریح غلطی میں دیکھتا ہُوں۔

(۷۴)

صنم معنی بُت، یعنی ہاتھ سے بنائے ہوئے پیتل وغیرہ کے بُت۔ ہمارے ہاں یہ لفظ فلموں اور گانوں میں بولا جاتا ہے۔ جو غیر مناسب ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کا تبلیغ کا انداز دیکھیں کہ ایک بُرائی دیکھی ہے تو کیسے بات شروع کی؛ یہاں سوالیہ انداز ہے کہ آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ یہ اصل میں سوال نہیں ہے لیکن ایک طرح سے منع کر رہے ہیں کہ ابّا جان ان بتوں کو نہ پوجیں۔ آپ غلطی کر رہے ہیں۔

ہر نبی نے توحید کی تبلیغ کی تھی لیکن ہر ایک کا انداز فرق تھا۔ عیسیٰؑ اور یحیٰؑ کا انداز مثالوں والا تھا۔ موسیٰؑ کا انداز قانونی تھا۔ کچھ انبیاؑ کا انداز موعظہ یعنی نصیحت والا تھا۔ شعیبؑ کا تو خطاب ہی خطیب الانبیاءؑ ہے۔

ابراہیمؑ کا اندازِ تبلیغ تین طرح کا نظر آتا ہے۔ اُن کی قوم امیر تھی، ذہین لوگ تھے۔ بحث کرنے والے لوگ تھے۔ بات سے بات نکال کر بحث کرتے تھے۔ یہ دِل سوزی کی بات نہیں سمجھتے۔ یہ دلیل مانگتے ہیں۔ ابراہیمؑ اُن کے مزاج شناس تھے اس لیئے انہوں نے تین طرح سے بات کی۔

1. انہوں نے استدراج والا انداز اختیار کیا۔ یعنی گھیر اڈالنے والا انداز۔ ابراہیمؑ کامن گراؤنڈ پر بات شروع کرتے۔ پھر اپنے مطلب کی بات پر لے آتے۔ لوگ بات سُننے لگتے پھر ابراہیمؑ دلیل دے کر بات کرتے۔

2. طوریہ انداز: بات سچ ہو لیکن سُننے والا کچھ اور سمجھے۔ مثال کہ ابو بکرؓ اللہ کے نبیؐ کے ساتھ ہجرت کر کے جا رہے تھے۔ راستے میں کسی نے پوچھا یہ کون ہیں۔ ابو بکرؓ نے فرمایا یہ میرے گائیڈ / راہنما ہیں۔ بات سچ تھی لیکن سُننے والا نے سمجھا کہ شائد اِن کو راستہ دکھا رہے ہیں۔
3. طنز و مزاح کا انداز۔ ابراہیمؑ بات کو بہت لطیف انداز سے کرتے تھے۔ سُننے والا بات کو اچھی طرح سُنتا تھا۔

ابراہیمؑ نے اُس دور کے Elite / Trend setters/Leading people community کے سامنے تبلیغ کی تھی۔ وہ لوگ جو کسی سوسائٹی کے خاص لوگ ہوتے ہیں۔ بہت پڑھے لکھے لوگ جن کی معاشرے میں سُنی جاتی ہے۔

جب کبھی آپ کو تبلیغ کا موقع ملے تو حاظرین کے لحاظ سے انداز اختیار کریں۔ اگر پڑھے لکھے لوگ ہیں تو اُن کے ساتھ دلیل دے کر بات کی جائے۔ جن لوگوں میں بیٹھا جائے اُن کے لحاظ سے بات کی جائے۔ تبلیغ کے لئے دوسروں کو نقل نہ کریں۔ آپ کا اپنا انداز ہونا چاہیئے۔

ابراہیمؑ کا انداز بہت خوبصورت ہے۔ آج کے دَور میں اس کا بہت ماڈرن انداز سمجھا جاتا ہے۔

Observation ⟶ objective ⟶ conclude

وَكَذٰلِكَ نُرِيٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿۷۵﴾

اور ہم نے ایسے ہی طور پر ابراہیمؑ کو آسمانوں اور زمین کی مخلوقات دکھلائیں (تاکہ وہ عارف ہو جائیں) اور تاکہ کامل یقین کرنے والوں سے ہو جاویں۔ (۷۵)

مَلَكُوْتَ: ملک سے لفظ ہے۔ کہ اللہ نے اُن کو کائنات کے رازِ دِکھادیئے۔

یہاں اس سے مُراد ہے کہ دِل سے دِکھادیا گیا(جیسے اللہ کے نبیؐ کو معراج کے کے موقع پر کچھ چیزیں دکھائی گئی تھیں۔) **الْمُوْقِنِيْنَ**: یہ لفظ یقین سے ہے۔ **یوقنون** بھی اسی سے ہے۔

انبیاء کرامؑ یقین کے سب سے بہترین درجے پر ہوتے ہیں۔ مثال جیسے ہے عین الیقین، علم الیقین اور پھر حق الیقین۔ اللہ اپنے نبیوں کو مشاہدے کرواديتے ہیں کیونکہ انہوں نے تبلیغ کرنی ہوتی ہے۔ تاکہ وہ مکمل یکسوئی سے اللہ کا دین آگے پہنچائیں۔

مثال جیسے آج کے دَور میں سبق کو سمجھانے کے لئے کبھی پاور پوائینٹ پریزینٹیشن دکھائی جاتی ہیں۔ کبھی ویڈیو اور کبھی کسی اور طریقے سے سمجھایا جاتا ہے۔ اللہ نے اپنے نبیوں کو بھی اسی طرح مشاہدے کروائے تھے۔

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿٧٦﴾

پھر جب رات کی تاریکی ان پر چھاگئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا آپ نے فرمایا کہ یہ میرا رب ہے سو جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں غروب ہو جانے والے لوگوں سے محبت نہیں رکھتا۔ (٧٦)

ج ن ن۔ جن بھی اسی سے ہے۔ جنت بھی۔ یعنی چھپی ہوئی چیز۔ آنکھوں سے اوجھل۔

ان کی قوم ستارہ پرست تھی۔ تو ابراہیمؑ نے بات شروع کرنے کے لئے جب یہ کہا کہ ستارہ میرا ربّ ہے تو قوم خوش ہو گئی کہ ابراہیمؑ نے بھی یہ کہہ دیا۔ لیکن جب وہ ڈوب گیا تو ابراہیمؑ نے اپنا نقطہ واضع

کیا کہ"۔۔ آپ نے فرمایا کہ میں غروب ہو جانے والے لوگوں سے محبت نہیں رکھتا۔۔"یہ میرا رَبّ کیسے ہو سکتا ہے یہ توڈوب جاتا ہے۔کیسے اُن کو بات سمجھائی؟

باشعور لوگوں کے دل پر بات ضرور لگی ہو گی؟ ہر چمکتی چیز کو سونا سمجھ لیا۔

فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَىِٕنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴿٧٧﴾

پھر جب چاند کو دیکھا چمکتا ہوا تو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے سو جب وہ غرب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر مجھ کو میرا رب ہدایت نہ کرتا رہے تو بے شک میں گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں۔ (۷۷)

عربی میں چاند مذکّر لفظ ہے۔ اُرکے لوگ چاند دیوتا کے پُجاری تھے۔ پھر ابراہیمؑ نے کہا کہ چاند میرا رَبّ نہیں ہو سکتا۔ یہ تو غروب ہو جاتا ہے۔

اپنے اوپر لے کر دیکھیں کہ ہم قرآن سیکھ کر پچھلے عقائد کے بارے میں سوچ میں پڑ جائیں اور سوال پوچھنے لگیں کہ اب لوگ سمجھ اور سُدھر رہے ہیں۔ ذہن کو صاف کر رہے ہیں تاکہ عمل سنوار سکیں گے۔ شُکر کریں کہ ہدایت کی طرف آ رہے ہیں۔

میرا رَبّ ہی ہدایت دیتا ہے۔

فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿٧٨﴾ پھر جب آفتاب کو دیکھا چمکتا ہوا تو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے یہ تو سب سے بڑا

ہے۔ سوجب وہ غروب ہو گیا آپ نے فرمایا اے قوم بے شک میں تمھارے شرک سے بیزار ہوں۔

(۷۸)

یہ چمکتا ہوُا روشن سورج بھی میرا خُدا نہیں ہے یہ بھی غروب ہو جاتا ہے۔اس کو بھی فنا ہے۔ میں تو ہر طرح کے شِرک سے بیزار ہوں۔

کہ یہ چاند، سورج اور ستارے تو اللہ کے حکم کے پابند ہیں۔ یہ تو خود غروب ہو جاتے ہیں۔ یہ تو خود حکم کے غلام ہیں۔ کچھ لوگوں نے ان آیات کی غلط تفسیر کی کہ ابراہیمؑ (نعوذ باللہ) نے پہلے شرک کیا تھا پھر اللہ کو پہچانا تھا۔ حالانکہ وہ صرف قوم کے شعور کو جگانے کے لئے یہ سوال اُٹھارہے تھے۔

حالانکہ ہم روز چیزیں دیکھتے ہیں پھر ایک دِن ذہن میں سوال اُٹھنے لگتے ہیں۔

مثال: نیوٹن نے زندگی میں کئی دفعہ سیب گرتے دیکھے ہونگے لیکن ایک دِن سیب گرتا دیکھ کر کششِ ثقل کی تھیوری پیش کر دی۔

بعض اوقات آپ کو الہام بھی ہو جاتا ہے۔ آپ دس دفعہ قرآن پڑھتے ہیں۔ تفاسیر پڑھتے ہیں لیکن ایک دِن آپ قرآن کو پڑھتے ہیں تو وہ بات سمجھ آتی ہے جو پہلے آپ نے نہیں سوچی ہوتی۔

آپ جس کام میں گہرائی سے سوچ بچار کرتے ہیں۔ وہی بات آپ کو مختلف زاویئے سے سمجھ آنے لگتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حق کی آگاہی انسان کی فطرت میں رکھ دی ہے لیکن جب فطرت کے ساتھ نبوت بھی مل جاتی ہے تو پھر نورٌ علیٰ نور والی کیفیت ہو جاتی ہے۔

ابراہیمؑ نے کبھی شرک نہیں کیا۔بتوں سے بیزار تھے۔ کسی نبیؑ نے ایسا نہیں کیا۔

آگے ابراہیمؑ اَصل پیغام دے رہے ہیں؛

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ﴿۷۹﴾

میں اپنا رُخ اس کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا سب سے یکسو ہو کر اور میں شرک کرنے والوں سے نہیں ہوں۔(۷۹)

یعنی صرف اللہ کی عبادت کرتا ہون۔ Focussed فوکسڈ ہوں۔میں کسی قسم کا شرک نہیں کرتا۔ صرف اللہ کی عبادت کرتا ہوں۔

مثال: کہ ایک خاتون نے بتایا کہ پہلے وہ مرنے کے بعد سوئم، تیجہ اور چالیسواں کرتے تھے۔ پھر جب اللہ نے قرآن کا علم دیا تو سیکھ لیا کہ یہ رسمیں اسلامی نہیں ہیں نہ کبھی اللہ کے نبیؐ نے کیں نہ کسی صحابہ کرامؓ اور نہ ہی آئمہ کرامؒ نے۔ تو انہوں نے پکا ارادہ کر لیا کہ اب کبھی ایسے کام نہیں کرنے۔

اپنی اَنا کو کو اللہ کے آگے جھکا دینا ہے۔ اللہ کے سامنے عاجز ہو جانا ہے۔

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ وَلَاۤ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْـًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ﴿۸۰﴾

اور ان سے اُن کی قوم نے حجت کرنا شروع کی آپ نے فرمایا کہ کیا تم اللہ کے معاملہ میں مجھ سے حجت کرتے ہو حالانکہ اس نے مجھ کو طریقہ بتلا دیا ہے اور میں ان چیزوں سے جن کو تم اللہ کے ساتھ شریک

بناتے ہو نہیں ڈرتا۔ہاں لیکن اگر میرا پروردگار ہی کوئی امر چاہے۔میرا پروردگار ہر چیز کو اپنے علم میں گھیرے ہوئے ہے۔کیا تم پھر خیال نہیں کرتے۔(۸۰)

پھر قوم نے آگے سے بحثیں کیں۔قوم نے جدال یعنی جھگڑا نہیں کیا بلکہ حَآجَّهٗ یعنی بحث کی۔دلائل دینے لگے۔کہ ہمارے بتوں کے غضب کا شکار ہو جاؤ گے۔

ابراہیمؑ نے اللہ کی بات کر دی۔" اور میں ان چیزوں سے جن کو تم اللہ کے ساتھ شریک بناتے ہو نہیں ڈرتا۔"کہ اللہ نے مجھے ہدایت دی ہے۔بُت کچھ نہیں کر سکتے۔شرک کے ساتھ توہم پرستی بھی آجاتی ہے۔اللہ کے نبیؐ پر بھی یہی الزام لگا تھا کہ یہ عجیب باتیں کرتے ہیں۔ان کو بتوں نے سزا دی ہے۔(نعوذ باللہ)۔

اللہ کے نبیؐ نے بھی فتح مکّہ پر ہر اونچی قبر اور درگاہ کو برابر کرنے کا حکم دیا تھا۔کچھ لوگوں نے خالد بن ولید کو ڈرایا کہ ہماری کالی دیوی تمہیں سزا دے گی لیکن وہ بالکل نہیں گھبرائے۔آج ہمارے معاشرے میں بھی ایسی باتیں مشہور ہیں کہ فلاں قبر سے باباجی یہ کر دینگے۔یا کالی بلی یہ کر دے گی۔

فلاں بلا آجائے گی۔اس طرح کی توہمات پر یقین نہ کریں۔

وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ۭ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۱﴾

اور میں ان چیزوں سے کیسے ڈروں جن کو تم نے شریک بنایا ہے حالانکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک ٹھیرایا ہے جن پر (اللہ تعالیٰ نے) کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی سوان دوجماعتوں میں سے امن کا زیادہ مستحق کون ہے۔ اگر تم خبر رکھتے ہو۔ (۸۱)

میں توحید پر ہوں۔ مجھے کوئی ڈر نہیں ہے۔ میرے پاس دلیل ہے۔

مثال: میں فلاں ختم نہیں دلاؤں گی کیونکہ مجھے کوئی پیر یا بابا نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ میں نے قران اور سُنّت میں ایسا کچھ نہیں پڑھا۔

قرآن اور سنت پر عمل انسان کو حوصلہ دیتا ہے۔ انسان پر سکون ہر کر اللہ کو راضی کرنے میں لگ جاتا ہے۔ توحید انسان کو مضبوط کر دیتی ہے۔ اللہ کو رَبّ مان کر انسان امن میں آ جاتا ہے۔ انسان کو سکون مل جاتا ہے۔ عقائد دُرست ہو جاتے ہیں۔

انسان کے دِل مین ایمان آتا ہے تو ہمارے ہر عمل سے امن اور سکون ظاہر ہوتا ہے۔ انسان اَدب، اور اطمینان سیکھ لیتا ہے۔